

قانون عبادات

(۱)

دین کا مقصد تزکیہ ہے۔ اس کے منتہاے کمال تک پہنچنے کا ذریعہ انسان کا اپنے پروردگار سے تعلق ہے۔ یہ تعلق جتنا محکم ہوتا ہے، انسان اپنے علم و عمل کی پاکیزگی میں اتنا ہی ترقی کرتا ہے۔ محبت، خوف، اخلاص و وفا اور اللہ تعالیٰ کی بے پایاں نعمتوں اور بے نہایت احسانات کے لیے احساس و اعتراف کے جذبات، یہ اس تعلق کے باطنی مظاہر ہیں۔ انسان کے شب و روز میں اس کا ظہور بالعموم تین ہی صورتوں میں ہوتا ہے: پرستش، اطاعت اور حمیت و حمایت۔ انبیاء علیہم السلام کے دین میں عبادات اسی تعلق کی یاد دہانی کے لیے مقرر کی گئی ہیں۔ نماز پرستش ہے، روزہ اور اعتکاف اطاعت، اور حج و عمرہ اور قربانی اللہ تعالیٰ کے لیے حمیت و حمایت کا علامتی اظہار ہیں۔

ہم یہاں انہی عبادات سے متعلق شریعت کے احکام کی وضاحت کریں گے۔

نماز

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا. (النساء: ۱۰۳)

”بے شک، نماز مسلمانوں پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔“

اسلام کی عبادات میں اہم ترین عبادت نماز ہے۔ دین کی حقیقت، اگر غور کیجیے تو معبود کی معرفت اور اس کے حضور میں

خوف و محبت کے جذبات کے ساتھ خضوع و تذلل ہی ہے۔ اس حقیقت کا سب سے نمایاں ظہور پرستش ہے۔ تسبیح و تحمید، دعا و مناجات اور رکوع و سجود اس پرستش کی عملی صورتیں ہیں۔ نماز یہی ہے اور ان سب کو غایت درجہ حسن توازن کے ساتھ اپنے اندر جمع کر لیتی ہے۔ یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو دوام ذکر، یعنی ہمہ وقت اپنی یاد میں رہنے کا حکم دیا ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا، اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا“ (ایمان والو، اللہ کو بہت زیادہ یاد کیا کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو)۔ اس کی بہترین صورت نماز ہے، اس لیے کہ بندہ اس میں پورے وجود کے ساتھ اپنے پروردگار کو یاد کرتا، بلکہ اس یاد کی عملی تصویر بن جاتا ہے۔ چنانچہ دن رات میں پانچ وقت یہ اسی یاد کو قائم رکھنے کے لیے لازم کی گئی ہے۔ قرآن میں ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو نبوت دی گئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ، إِنَّا أَنَا رَبُّكَ، فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ، إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى، وَأَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَى، إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي، وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي.“
 ”یہ میں تمہارا پروردگار ہوں، سو جوتیاں اتار دو، اس لیے کہ تم طوی کی مقدس وادی میں ہو۔ اور (جان لو کہ) میں نے تمہیں نبوت کے لیے منتخب کر لیا ہے۔ لہذا جو کچھ وحی کیا جائے، اسی کو سنو۔ اس میں شبہ نہیں کہ میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی الہ نہیں۔ سو میرے بندے بن کر رہو اور میری یاد کے لیے نماز کا اہتمام رکھو۔“
 (طہ: ۱۲-۱۳)

نماز کی اہمیت

دین میں نماز کی اہمیت غیر معمولی ہے۔ اس کو سمجھنے کے لیے یہ چند باتیں پیش نظر رہنی چاہئیں:

۱۔ نماز دین کا اولین حکم ہے۔ ایمانیات میں جو حیثیت توحید کی ہے، وہی اعمال میں نماز کی ہے۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ آیات الہی کی تذکیر سے خدا کی جو معرفت حاصل ہوتی اور اس سے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت اور شکرگزاری کے جو جذبات انسان کے اندر پیدا ہوتے ہیں یا ہونے چاہئیں، ان کا پہلا ثمرہ یہی نماز ہے۔ ارشاد فرمایا ہے:

”هَمَارِ آتِیوں پر تو صرف وہی ایمان لاتے ہیں جن کا معاملہ یہ ہے کہ جب اُن کے ذریعے سے انھیں یاد دہانی کی جاتی ہے تو سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کرتے ہیں اور سرکشی کا رویہ اختیار نہیں کرتے۔ ان کے پہلو بستر سے الگ رہتے ہیں۔“
 ”إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا، خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ، وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ. تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ، يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا، وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ.“ (السجدة: ۱۵-۱۶)

وہ اپنے پروردگار کو خوف و طمع کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں بخشا ہے، اُس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔“

یہی بات سورہ روم کی ان آیات سے بھی واضح ہوتی ہے:

فَاقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا، فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا، لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ، ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ، وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ. مُنِيبِينَ إِلَيْهِ، وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ.

(۳۰:۳۰-۳۱)

”چنانچہ ہر طرف سے یک سو ہو کر اپنا رخ اِس دین کی طرف کرلو۔ (اور اِس طرح) اللہ کی بنائی ہوئی اُس فطرت کی پیروی کرو جس پر اُس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی اِس فطرت میں کوئی تبدیلی جائز نہیں ہے۔ یہی سیدھا دین ہے، مگر زیادہ لوگ نہیں جانتے۔ (اِس پر قائم ہو جاؤ) اللہ کی طرف پوری طرح متوجہ ہو کر اور اُسی سے ڈرو اور نماز کا اہتمام رکھو اور مشرکوں میں سے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کا ستون قرار دیا ہے۔ چنانچہ قرآن میں جہاں اجمال کا اسلوب ملحوظ ہے، وہاں توبہ شک، ایمان کے بعد عملوا الصلحاح کے الفاظ آئے ہیں، لیکن جہاں اس اجمال کی تفصیل پیش نظر ہے، وہاں سب سے پہلے نماز ہی کا ذکر کیا گیا ہے:

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ، وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ. (البقرہ ۲:۳)

”یہ جو بن دیکھے مان رہے ہیں اور نماز کا اہتمام کر رہے ہیں۔“

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ، وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ. (البقرہ ۲:۴۷)

”ہاں، جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے اور نماز کا اہتمام کیا۔“

تزکیہ جسے قرآن میں دین کا مقصد قرار دیا گیا ہے، اس تک پہنچنے کے لیے بھی سب سے پہلے اسی کی ہدایت ہوئی ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى. (الاعلیٰ ۸۷:۱۴-۱۵)

” (اُس وقت)، البتہ کامیاب ہو جس نے اپنا تزکیہ کیا اور (اِس کے لیے) اپنے پروردگار کا نام یاد کیا اور نماز پڑھی۔“

اسی طرح قرآن نے جن مقامات پر ان اعمال کا ذکر کیا ہے جو قیامت میں فوز و فلاح کے لیے ضروری ہیں، وہاں بھی ابتدا نماز ہی سے کی ہے۔

۲ ترمذی، رقم ۲۶۱۶۔

سورہ مومنون میں ہے:

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ، الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَشِعُونَ ، وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ، وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ، وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ... وَالَّذِينَ هُمْ لَا مُنْتَهِيَّ لَهُمْ وَعَهْدُهُمْ رُعُونَ ، وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ . (۹۱:۲۳)

”فلاح پاگئے وہ اہل ایمان جو اپنی نمازوں میں فروتنی اختیار کرنے والے ہیں اور جو لغویات سے دور رہنے والے ہیں، اور جو زکوٰۃ کا اہتمام کرنے والے ہیں اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ... اور جو (خلق اور خالق، دونوں کے معاملے میں) اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس کرنے والے ہیں، اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“

سورہ معارج میں ہے:

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ، إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ، وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ، إِلَّا الْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ، وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ، وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ، وَالَّذِينَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُونَ ، إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ، وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ... وَالَّذِينَ هُمْ لَا مُنْتَهِيَّ لَهُمْ وَعَهْدُهُمْ رُعُونَ ، وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَتِهِمْ قَائِمُونَ ، وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ، أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ . (۳۵:۷۰)

”حقیقت یہ ہے کہ انسان بہت بے صبر پیدا ہوا ہے۔ (یہ اگر اپنی تربیت نہ کرے تو بے شک یہی ہوتا ہے کہ) اس پر جب مصیبت آتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب راحت ملتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے۔ ہاں، مگر وہ نہیں جو نمازی ہیں۔ جو ہمیشہ اپنی نماز کی پابندی کرتے ہیں، اور جن کے مالوں میں سائل و محروم کے لیے ایک مقرر حق ہے، اور جو روز جزا کو برحق مانتے ہیں اور جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں — اس میں شبہ نہیں کہ اُن کے پروردگار کا عذاب نڈر رہنے کی چیز ہی نہیں ہے — اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ... اور جو (خلق اور خالق، دونوں کے معاملے میں) اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس کرتے ہیں، اور جو اپنی گواہی پر قائم رہتے ہیں، اور جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی ہیں جو بہشت کے باغوں میں ہوں گے، بڑی عزت کے ساتھ۔“

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اعمال میں کیا چیز اللہ کو سب سے زیادہ

پسند ہے؟ آپ نے فرمایا: وقت کی پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنا۔^۳

سیدنا عمر نے اپنے عمال کے نام ایک خط میں لکھا ہے: تمہارے دینی معاملات میں میرے نزدیک سب سے اہم نماز ہے۔ جو اس کی حفاظت کرے گا، وہ پورے دین کی حفاظت کرے گا، اور جو اسے ضائع کر دے گا، وہ باقی دین کو سب سے بڑھ کر ضائع کر دے گا۔^۴

۲۔ نماز آدمی کے مسلمان سمجھے جانے کی شرائط میں سے ہے۔ قرآن نے یہ بات پوری صراحت کے ساتھ واضح کر دی ہے کہ مسلمانوں کی ریاست میں صرف وہی لوگ مسلمان کی حیثیت سے حقوق کا مطالبہ کر سکیں گے جو نماز ادا کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے۔ سورہ توبہ میں مشرکین عرب کے خلاف کارروائی کے موقع پر اعلان فرمایا ہے:

فَإِنْ تَابُوا، وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ، وَآتَوْا الزَّكَاةَ،
فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ . (۱۱:۹)
”پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز کا اہتمام کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو دین میں تمہارے بھائی ہوں گے۔“

اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ قیامت میں بھی لوگوں کے ساتھ یہی معاملہ ہونا چاہیے۔ سورہ قیامہ میں قرآن نے نہایت بلیغ اسلوب میں اسے واضح کر دیا ہے:

فَلَا صَدَقَ وَلَا صَلَّى، وَلَكِنْ كَذَبَ وَتَوَلَّى،
ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّى، أَوْلَىٰ لَكَ
فَأَوْلَىٰ، ثُمَّ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ .
(۳۵:۴۵)
”لیکن (اس انسان کو دیکھو)، اس نے نہ تو (قیامت کے اچھے انجام کو) سچ مانا، نہ نماز پڑھی، بلکہ جھٹلادیا اور منہ موڑا۔ پھر اکڑتا ہوا اپنے لوگوں میں چل دیا۔ پھر افسوس ہے، تجھ پر افسوس ہے۔ پھر افسوس ہے، تجھ پر افسوس ہے۔“

اس میں ’صلی‘ کے مقابل میں ’تولی‘ اور ’ثم ذہب الی اہلہ یتتمطی‘ کے الفاظ سے ضمناً یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ نماز کو یہ حیثیت اس لیے دی گئی ہے کہ اللہ کے نزدیک نماز نہ پڑھنا درحقیقت بندے کا خدا کے مقابلے میں استکبار ہے اور قرآن نے دوسری جگہ بتا دیا ہے کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو سکتا ہے، لیکن مستکبرین جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔^۵
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

بین الرجل و بین الکفر والشک ترک
”آدمی کے کفر و شرک اور ایمان کے درمیان حد فاصل
الصلوۃ . (مسلم، رقم ۱۳۴)
نماز چھوڑ دینا ہے۔“

۳ بخاری، رقم ۵۲۷۔

۴ الموطا، رقم ۶۔

۵ الاعراف: ۴۰۔

اسی طرح آپ کا ارشاد ہے:

”یہ پانچ نمازیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر فرض کیا ہے: جس نے ان کے لیے اچھے طریقے سے وضو کیا، انہیں وقت پر ادا کیا اور اپنا ظاہر و باطن ان میں پوری طرح اپنے پروردگار کے سامنے جھکا دیا، اس کے لیے اللہ کا عہد ہے کہ اُسے بخش دے گا اور جس نے یہ نہیں کیا، اُس کے لیے کوئی عہد نہیں ہے۔ اللہ چاہے گا تو اُسے بخشے گا اور چاہے گا تو عذاب دے گا۔“

خمس صلوات افترضهن الله تعالى : من احسن وضوءهن ، وصلاهن لوقتھن واتم ركوعھن وخشوعھن ، كان له على الله عهد ان يغفر له ، ومن لم يفعل ، فليس له عهد ، ان شاء غفر له وان شاء عذبه . (ابوداؤد، رقم ۴۲۵)

۳۔ نماز دین پر قائم رہنے کا ذریعہ ہے۔ قرآن نے بتایا ہے کہ جو لوگ خدا کی یاد سے غافل ہو جاتے اور اس سے اعراض کر لیتے ہیں، اُن پر ایک شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے جو شب و روز کے لیے ان کا ساتھی بن جاتا ہے: وَمَنْ يَعْش عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نَقِيضٌ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ۔ نماز اسی غفلت اور اعراض سے انسان کو بچاتی اور شیطان سے اس کی حفاظت کرتی ہے۔ سورہ مومنون اور سورہ معارج کی جو آیات اور پر نقل ہوئی ہیں، ان میں دیکھ لیجیے، جن باتوں کی ابتدا نماز سے ہوئی ہے، ان کا خاتمہ بھی نماز ہی پر ہوا ہے۔ اس سے یہ اشارہ صاف نکلتا ہے کہ درحقیقت نمازوں کی حفاظت ہی ہے جو انسان کے دین پر قائم رہنے کی ضمانت ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ شیطان کے حملے اس کے بعد بھی جاری رہتے ہیں، لیکن نماز پر مداومت کے نتیجے میں اس کے لیے مستقل طور پر انسان کے دل میں ڈیرے ڈال دینا ممکن نہیں ہوتا، نماز اسے مسلسل دور بھگاتی اور ایک حصار کی طرح اس کے حملوں سے انسان کے دل و دماغ کی حفاظت کرتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خطرے کی حالت میں بھی تاکید کی گئی ہے کہ پیدل یا سواری پر، جس طرح ممکن ہو، اسے لازماً ادا کیا جائے۔ سورہ بقرہ میں قانون و شریعت کی فصل کے خاتمے پر یہ حقیقت اس طرح بیان فرمائی ہے:

”نمازوں کی حفاظت کرو، بالخصوص اُس نماز کی جو (دن اور رات کی نمازوں کے) درمیان میں آتی ہے، (جب تمہارے لیے اپنی مصروفیتوں سے نکلنا آسان نہیں ہوتا)، اور (سب کچھ چھوڑ کر) اللہ کے حضور میں نہایت ادب کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ پھر اگر خطرے کا موقع ہو تو پیدل یا سواری پر، جس طرح چاہے پڑھ لو۔ لیکن جب امن ہو

حَفِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَنِينَ . فَإِنْ حِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَأَذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ . (۲۳۸-۲۳۹)

جائے تو اللہ کو اسی طریقے سے یاد کرو جو اُس نے تمہیں

سکھایا ہے، جسے تم نہیں جانتے تھے۔“

سورہ مریم میں قرآن نے اسی بنا پر شہوات کی پیروی کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ گویا وہ نمازیں ضائع کر دینے کا لازمی نتیجہ ہے:

’فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ، أَضَاعُوا الصَّلَاةَ، وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ‘ (پھر اُن کے بعد ان کی جگہ ایسے ناخلف اٹھے جنہوں نے نماز ضائع کر دی اور خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے)۔ سورہ عنکبوت میں اس سے واضح تر الفاظ میں فرمایا ہے:

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ، إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ. (۲۹:۴۵) کی باتوں سے روکتی ہے۔“

یعنی ایک واعظ کی طرح نماز آدمی کو متنبہ کرتی ہے کہ جذبات کے غلبے، شہوات کی یورش اور خواہشوں کے ہجوم میں اسے یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ ایک دن خدا کو منہ دکھانا ہے اور اس کے روبرو کھڑے ہو کر اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے۔ استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اس کی وضاحت میں لکھا ہے:

”جو لوگ نماز اس کے آداب و شرائط کے ساتھ ادا کرتے ہیں، خواہ خلوت کی نماز ہو یا جلوت کی، ان کی نماز اپنے ظاہر و باطن دونوں سے، ان کو ان حقائق کی یاد دہانی کرتی رہتی ہے جن کی یاد دہانی زندگی کو صحیح شاہ راہ پر قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ خاص طور پر خلوت کی نمازیں انسان کی زندگی پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوتی ہیں۔ اگر کوئی شخص نماز نہیں پڑھتا تو اس کی مثال اس ڈرائیور کی ہے جو اپنی زندگی کی گاڑی پوری رفتار سے چلاتا رہا ہے، لیکن اس کی رہنمائی کے لیے داہنے بائیں جو نشانات اس کو صحیح راہ بتانے اور خطرات سے آگاہ کرنے کے لیے لگے ہوئے ہیں، ان سے بالکل بے پروا اور بے خبر ہے۔ ایسا ڈرائیور، کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ اپنی گاڑی کس کھڈ میں گرائے۔“ (تدبر قرآن ۶/۵۳)

۴۔ نماز گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ ہم مذہب صحیح شعور کے ساتھ نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو خدا کے ساتھ اپنے عہد کی تجدید کرتا ہے کہ وہ اس کی معصیت سے اجتناب کرے گا۔ اس کے نتیجے میں وہ ایک نماز سے دوسری نماز تک کی لغزشوں پر لازمِ اندامت محسوس کرتا اور ان سے بچنے کے لیے ایک نئے عزم اور ارادے کے ساتھ زندگی کی مصروفیتوں کی طرف لوٹتا ہے۔ غور کیجیے تو توبہ کی حقیقت بھی یہی ہے اور توبہ کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ بندے کو گناہوں سے پاک کر دیتی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے:

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفًا مِنَ اللَّيْلِ، إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ، ذَلِكَ ذِكْرِي لِلَّذِينَ كَرِهُوا (ہود: ۱۱۴) ”اور نماز کا اہتمام کرو دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصے میں بھی۔ اس میں شبہ نہیں کہ نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ ایک یاد دہانی ہے اُن کے لیے جو

یاد دہانی حاصل کرنے والے ہوں۔“

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو جس میں وہ روزانہ پانچ مرتبہ نہائے تو کیا اس کے جسم پر میل نام کی کوئی چیز باقی رہ جائے گی؟ لوگوں نے عرض کیا: اس صورت میں تو یقیناً میل کا کوئی شائبہ باقی نہ رہے گا۔ آپ نے فرمایا: یہ پانچ نمازوں کی مثال ہے۔ اللہ ان کے ذریعے سے بالکل اسی طرح گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔^۸

۵۔ نماز مشکل کشا ہے۔ یہود کو جب قرآن نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا عہد از سر نو استوار کرنے کی دعوت دی تو اس کی ذمہ داریوں کے تحمل کے لیے نماز ہی کے ذریعے سے مدد چاہنے کی ہدایت فرمائی^۹۔ بعینہ یہی معاملہ بنی اسمعیل کے اہل ایمان کے ساتھ ہوا۔ چنانچہ فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا، اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ
وَالصَّلَاةِ، إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ.

”ایمان والو، صبر اور نماز سے مدد چاہو۔ بے شک، اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

(البقرہ: ۱۵۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معاندین اور اشرار کی دل آزاریوں اور شرارتوں کے مقابلے میں صبر و استقامت کے لیے اسی کی تلقین کی گئی:

فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ، وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ
قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ، وَمِنَ
الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ، وَأَدْبَارَ السُّجُودِ.

”سو جو کچھ یہ کہتے ہیں، اُس پر صبر کرو اور اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے رہو، سورج کے نکلنے اور اُس کے غروب ہونے سے پہلے اور رات میں بھی اُس کی تسبیح کرو اور سورج کے سر بہ سجود ہو جانے کے بعد بھی۔“

(ق: ۵۰-۳۹-۴۰)

اس کے معنی یہ ہیں کہ نماز اللہ تعالیٰ کی رحمت کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا سب سے موثر ذریعہ ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا تو آپ نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ لوگوں نے بارش کے لیے درخواست کی تو آپ نماز پڑھ کر اس کے لیے دست بدعا ہوئے۔ سورج اور چاند گرہن کے موقع پر اللہ کی گرفت کا اندیشہ محسوس ہوا تو آپ نے نماز پڑھی۔ بدر و احزاب کے معرکوں میں مسلمان اپنے دشمنوں کے مقابلے میں صف آرا ہوئے تو آپ نے اسی کا سہارا لیا اور اسی کے ذریعے سے اپنے پروردگار کی مدد چاہی۔

۸ بخاری، رقم ۵۲۸۔

۹ البقرہ: ۲۵۔

۱۰ تفسیر القرآن العظیم، ابن کثیر ۱/۸۷۔

۶۔ نماز دعوت حق کی پہچان ہے۔ قرآن نے بتایا ہے کہ اس کے نزدیک مصلحین وہی ہیں جو کتاب الہی کو اللہ تعالیٰ کے میثاق اور حق و باطل کے لیے میزان کی حیثیت سے پوری مضبوطی کے ساتھ تھامتے اور نماز کا اہتمام کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا ہے:

وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ، إِنَّا لَا نَضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ۔
 ”اور جو اللہ کی کتاب کو مضبوطی کے ساتھ تھامے ہوئے ہیں اور جنہوں نے نماز قائم کر رکھی ہے، (وہی اصلاح کرنے والے ہیں، اور) ان اصلاح کرنے والوں کا اجر ہم کبھی ضائع نہ کریں گے۔“

استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اس کی وضاحت میں لکھا ہے:

”قرآن حکیم کا یہ بیان تجدید دین و اصلاح ملت کی تمام تحریکات اور تمام دعوتوں کے جانچنے کے لیے ایک کسوٹی فراہم کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف وہ دعوت یا تحریک اصلاح ملت کی صحیح دعوت یا تحریک ہے جس کے مبداء و معاد، جس کی ابتدا اور انتہا، جس کے عقیدہ اور عمل، جس کے نصب العین اور پروگرام، دونوں میں نماز اور اقامت نماز کو وہی اولیت اور اہمیت حاصل ہو جو اللہ کے عہد اور اس کی اقامت کی جدوجہد میں فی الواقع از روئے قرآن اس کو حاصل ہے۔ جس دعوت یا تحریک میں نماز کو یہ اولیت و اہمیت حاصل نہ ہو، وہ تجدید دین اور اصلاح ملت کے نقطہ نظر سے ایک بے برکت، بلکہ لاحاصل کام ہے، کیونکہ وہ ریڑھ کی اس ہڈی سے بھی محروم ہے جس پر تجدید دین کی دعوت کا قالب کھڑا ہوتا ہے اور اس روح سے بھی محروم ہے جس سے اس قالب کو زندگی حاصل ہوتی ہے۔“ (تدبر قرآن ۱/۲۰۳)

۷۔ نماز راہ حق میں استقامت کا ذریعہ ہے۔ بالبداهت واضح ہے کہ اس راہ میں استقامت خدا کی معیت سے حاصل ہوتی ہے اور نماز خدا سے اس درجہ قریب ہے کہ وہ دنیا میں گویا ہمارے لیے خدا کی قائم مقام ہے۔ سورہ علق کی آیت ”وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ“ (سجدہ ریز رہو اور اس طرح میرے قریب ہو جاؤ) میں یہی حقیقت واضح فرمائی ہے۔ لہذا اللہ کی راہ میں جدوجہد کے لیے اللہ کی معیت اگر حاصل ہو سکتی ہے تو اس کی کتاب اور اس کے حضور میں نماز ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس مقصد کے لیے سب سے زیادہ اہمیت قیام اللیل، یعنی نماز تہجد کی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب انداز عام کا حکم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس قول ثقیل کا تحمل اور اس کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا مقصود ہے تو رات کی نمازوں میں قرآن کی تلاوت کی جائے۔ اس کی وجہ یہ بتائی کہ یہ وقت دل و دماغ کے فراغ اور فہم قرآن کے لیے سب سے زیادہ موزوں ہے۔ استاذ امام کے الفاظ میں یہ وقت چونکہ دماغ کے سکون اور دل کی بیداری کا خاص وقت ہے، اس وجہ سے زبان سے جو بات نکلتی ہے، تیر بہ ہدف اور از دل خیزد بردل ریزد کا مصداق بن کر نکلتی ہے۔ آدمی خود بھی اس کو اپنے دل کی گواہی کی طرح

قبول کرتا ہے اور دوسرے سننے والوں پر بھی اس کی تاثیر بے خطا ہوتی ہے۔^{۱۲} ارشاد فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الْمَزْمِلُ ، قُمْ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ، نَصَفَهُ أَوْ
انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ، أَوْزِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ
تَرْتِيلًا . إِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ، إِنَّ
نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا ، إِنَّ
لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ، وَاذْكُرِ اسْمَ
رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا . (المزمل ۱-۸)

”اے اوڑھ لپیٹ کر بیٹھنے والے، رات کو کھڑے رہو،
مگر تھوڑا۔ آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر لو یا اس پر کچھ
بڑھا دو، اور (اپنی اس نماز میں) قرآن کو ٹھیک ٹھیک کر پڑھو۔
اس لیے کہ عنقریب ایک بھاری بات کا بوجھ، (اس قوم کو
انذار عام کا بوجھ) ہم تم پر ڈال دیں گے۔ اس میں شبہ نہیں
کہ یہ رات کا اٹھنا دل کی جمعیت اور بات کی درستی کے
لیے نہایت موزوں ہے۔ اس لیے کہ دن میں تو (اس کام
کی وجہ سے) تمہیں بہت مصروفیت رہے گی۔ (لہذا اس
وقت پڑھو) اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرو، اور (رات کی

اس تنہائی میں) سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو۔“

بعض روایتوں میں ہے کہ اس دنیا کی طرف اللہ تعالیٰ کی خاص توجہ کا وقت بھی یہی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر رات ہمارے اس قریبی آسمان کی طرف نزول فرماتے ہیں، یہاں تک کہ
جب ایک تنہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو ارشاد ہوتا ہے: کون دعا کر رہا ہے کہ میں اسے قبول کروں؟ کون مانگتا ہے کہ اسے
دوں؟ کون مغفرت چاہتا ہے کہ اسے بخش دوں؟^{۱۳}

۸۔ نماز کائنات کی فطرت ہے۔ انسان کی آنکھیں ہوں اور وہ ان سے دیکھتا بھی ہو تو اس حقیقت کو سمجھنے میں اسے کوئی
تردد نہیں ہوتا کہ اس عالم کا ذرہ ذرہ فی الواقع اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید کرتا اور اس کے سامنے سجدہ ریز رہتا ہے۔ وہ اگرچہ
اس تسبیح و تحمید کو نہیں سمجھتا، مگر دیکھ تو سکتا ہے کہ دنیا کی سب چیزوں کا ظاہر جس طرح ہر لحظہ خدا کے سامنے سرفاگندہ اور اس کے
حکم کی تعمیل میں سرگرم ہے، ان کا باطن بھی اس سے مختلف نہیں ہو سکتا۔ زمین پر چلتے ہوئے جانور، باغوں میں لہلہاتے ہوئے
درخت، فضاؤں میں چمکتے ہوئے پرندے، سمندروں میں تیرتی ہوئی مچھلیاں اور آسمان پر چمکتے ہوئے تارے اور سورج اور
چاند، سب اپنے وجود سے اس بات کی گواہی دیتے ہیں:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ
فِيهِنَّ ، وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ ،
”ساتوں آسمان اور زمین اور وہ سب چیزیں جو آسمان و
زمین میں ہیں، اُس کی تسبیح کرتی ہیں۔ اور کوئی چیز بھی نہیں

۱۲۔ تدر قرآن ۲۵/۹۔

۱۳۔ بخاری، رقم ۱۱۴۵۔

وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيحَهُمْ . ہے جو حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح نہ کر رہی ہو، لیکن تم اُن کی

(بنی اسرائیل ۱۷: ۴۴) تسبیح نہیں سمجھتے۔“

یہ سب اپنی اپنی نماز اور تسبیح سے پوری طرح واقف ہیں اور ایک لمحے کے لیے بھی اس سے غافل نہیں ہوتے۔ انسان دیکھے تو دیکھ سکتا ہے کہ پرندے جب پر پھیلائے ہوئے فضاؤں میں محور واز ہوتے ہیں تو خدا کے سامنے کمال عجز کے ساتھ گویا بچھے ہوئے ہوتے ہیں:

”دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں وہ سب جو آسمان و زمین میں ہیں اور (فضاؤں میں) پر پھیلائے ہوئے پرندے بھی۔ ہر ایک اپنی نماز اور تسبیح کو جانتا ہے اور جو کچھ یہ کرتے ہیں، اللہ اس سے پوری طرح واقف ہے۔“

(النور ۲۴: ۴۱)

استاذ امام لکھتے ہیں:

”اس کائنات کی ہر چیز اپنی کوئی حیثیت میں ابراہیمی مزاج رکھتی ہے۔ سورج، چاند، ستارے، پہاڑ اور چوپائے سب خدا کے امر و حکم کے تحت مسخر ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز بھی سرِ موصدا کے مقرر کیے ہوئے قوانین سے انحراف نہیں اختیار کرتی۔ سورج، جس کو نادانوں نے معبود بنا کر سب سے زیادہ پوجا ہے، خود اپنے وجود سے گواہی دے رہا ہے کہ وہ شب و روز اپنے رب کے آگے قیام، رکوع اور سجدے میں ہے۔ طلوع کے وقت وہ سجدے سے سر اٹھاتا ہے، دوپہر تک وہ قیام میں رہتا ہے، زوال کے بعد وہ رکوع میں جھک جاتا ہے اور غروب کے وقت وہ سجدے میں گر جاتا ہے اور رات بھر اسی سجدے کی حالت میں رہتا ہے۔ اسی حقیقت کا مظاہرہ چاند اپنے عروج و محاق سے اور ستارے اپنے طلوع و غروب سے کرتے ہیں۔ پہاڑوں، درختوں اور چوپایوں کا بھی یہی حال ہے۔ ان میں سے ہر چیز کا سایہ ہر وقت قیام، رکوع اور سجود میں رہتا ہے اور غور کیجیے تو یہ حقیقت بھی نظر آئے گی کہ اس سایے کی فطرت ایسی ابراہیمی ہے کہ یہ ہمیشہ آفتاب کی مخالف سمت میں رہتا ہے۔ اگر سورج مشرق کی سمت میں ہے تو سایہ مغرب کی جانب پھیلائے گا اور اگر مغرب کی جانب ہے تو ہر چیز کا سایہ مشرق کی طرف پھیلائے گا۔ گویا ہر چیز کا سایہ اپنے وجود سے ہمیں اس بات کی تعلیم دے رہا ہے کہ سجدہ کا اصل سزاوار آفتاب نہیں، بلکہ خالق آفتاب ہے۔“

(تدبر قرآن ۲۲۹/۵)

ارشاد فرمایا ہے:

”اور کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے جو چیزیں بھی پیدا کی ہیں، ان کے سایے دائیں اور بائیں سے اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے ڈھلتے ہیں اور ان پر فروتنی ہوتی ہے۔ اور زمین و آسمان میں جتنے جانور اور فرشتے ہیں وہ بھی اللہ

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى مَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ ، يَتَفَيَّؤُا ظِلُّهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ ، سُجَّدًا لِلَّهِ وَهُمْ ذَاخِرُونَ ، وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ

وَالْمَلَائِكَةُ، وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ۔ کے آگے سربہ سجود ہیں اور کبھی سرکشی نہیں کرتے۔“

(النحل: ۱۶-۴۸-۴۹)

چنانچہ انسان جب نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو گویا پورے عالم کی طرف سے تسبیح و تحمید اور رکوع و سجود کی اس دعوت پر لبیک کہتا ہے۔ وہ اپنی فطرت کا ساز اس ساز سے ہم آہنگ کر دیتا ہے اور اپنے اس عمل سے اعلان کرتا ہے کہ وہ بھی کسی سے پیچھے نہ رہے گا اور اپنا جسم ہی نہیں، روح بھی اس پروردگار کے حضور میں جھکا دے گا جس نے اسے پیدا کیا ہے۔ ساری کائنات سے الگ ہو کر وہ ایسی کوئی راہ نہیں نکالے گا جس میں اس کا کوئی ہم سفر نہیں ہے اور اگر ہیں تو وہی ہیں جن کے لیے خدا کا عذاب لازم ہو چکا ہے:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ
وَمَنْ فِي الْأَرْضِ، وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ
وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ،
وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ، وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ
الْعَذَابُ۔ (الحج: ۲۲-۱۸)

”دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ کے سامنے سربہ سجود ہیں وہ سب جو
جوزمین و آسمان میں ہیں اور سورج اور چاند اور تارے اور
پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان بھی، اور
بہت سے وہ ہیں جن کے لیے عذاب لازم ہو چکا ہے۔“

۹۔ نماز ہی حقیقی زندگی ہے۔ انبیاء علیہم السلام جو دعوت لے کر آتے ہیں، اسے قرآن میں زندگی سے تعبیر کیا گیا ہے:
’يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا، اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ، إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ‘ (ایمان والو، اللہ اور اس کے رسول کی دعوت پر لبیک کہو، جب کہ رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلاتا ہے جس میں تمہارے لیے زندگی ہے)۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جینے کو تو سب جیتے ہیں، لیکن وہ حقیقی زندگی جسے نور، سکینت اور ایمان کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے، صرف اللہ کی یاد سے ملتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام اسی کی دعوت دیتے ہیں اور اس میں سب سے پہلے نماز کے لیے بلاتے ہیں۔ نماز کیا ہے؟ خدا کی معرفت، اس کا ذکر و فکر اور اس کی قربت کا احساس جب اپنے منتہائے کمال کو پہنچتا ہے تو نماز بن جاتا ہے۔ دنیا کے سب عارفوں کا فیصلہ ہے کہ اصل زندگی دل کی زندگی ہے اور دل کی زندگی یہی معرفت، ذکر و فکر اور قربت الہی ہے۔ یہ زندگی انسان کو صرف نماز سے حاصل ہوتی ہے اور نماز ہی سے باقی رہتی ہے۔ قرآن نے ایک جگہ نماز کے مقابل میں زندگی اور قربانی کے مقابل میں موت کو رکھ کر یہی حقیقت واضح کی ہے۔ ارشاد فرمایا ہے:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ
وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ (الانعام: ۱۶۲)

”کہہ دو کہ میری نماز اور میری قربانی، اور میرا جینا اور میرا
مرنا سب اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔“

انسان اس حقیقت کو پالے تو اپنے شب و روز میں وہ نماز کے لیے اسی طرح منتظر رہتا ہے، جس طرح صبح و شام کے

کھانے اور پینے کا منتظر رہتا ہے اور اسی طرح بے تاب ہوتا ہے جس طرح پیاسا پانی کے لیے اور بھوکا روٹی کے لیے بے تاب ہوتا ہے۔ نماز اس کے لیے خداوند عالم کا رزق بن جاتی ہے۔ وہ اسی سے آسودہ ہوتا اور اسی سے قوت پاتا ہے۔ سیدنا مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے: انسان صرف روٹی ہی سے نہیں جیتا، بلکہ ہر ایک بات سے جو خدا کے منہ سے نکلتی ہے^{۱۵}۔ لوگ جس طرح انواع و اقسام کے کھانوں سے لذت کام و دہن کا سامان کرتے ہیں، وہ اسی طرح قرآن کے مختلف مقامات اور متنوع تسبیحات اور دعاؤں سے اپنی روح کے لیے لذت کا سامان کرتا ہے۔ مصائب کے جس میں نماز ہی نسیم جاں فزا، گناہ کی آلائشوں میں نماز ہی ہوائے عطرین، مایوسیوں کی پت جھڑ میں نماز ہی نوید بہار اور مخالفتوں کے ہجوم میں نماز ہی اس کے لیے پناہ کی چٹان ہوتی ہے۔ اسے شاعری نہ سمجھیے۔ نماز سے متعلق یہ اسی مقام کی کیفیات ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 'قم یا بلال، فأرحننا بالصلوة' (بلال، اٹھو اور ہمیں نماز کے ذریعے سے راحت پہنچاؤ) اور جعلت قرۃ عینی فی الصلوۃ (میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے) جیسے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

[باقی]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۱۵ متی ۴: ۴۔

۱۶ ابوداؤد، رقم ۴۹۸۶۔

۱۷ النسائی، رقم ۳۹۴۰۔